

میثاقِ مدینہ کے تناظر میں یہود سے معاہداتِ نبویؐ اور ان کے دعوتی و سیاسی مقاصد

The treaties of the Prophet Muhammad ﷺ with the Jews in the context of the Charter of Medina and their da'wah and political objectives

Mubashar Daud

Ph.D. scholar, Institute of Islamic Studies, University of the Punjab, Lahore.

Email: Mdmughal1@gmail.com

Dr. Ghulam Ali Khan

Professor, Institute of Islamic Studies, University of the Punjab, Lahore.

Email: Galigull2000@yahoo.com

ISSN (P):2708-6577
ISSN (E):2709-6157

Abstract:

Hazrat Muhammad (SAW) had a great deal of contact with the people of all sorts of religions because his mission of preaching Islam was not for a particular area or region. This contact helped Him to get the fame worldly. After Hijrah he formed a new society with the residents of Madina which was consisting of three types of people Muslims (Muhajreen e Makkah, Ansar), Jews and few Christians. For the formation of a new society which was consisting of inhabitants with different religious beliefs there was the need to make such laws that should be followed by all the people so that the state could work centrally. Muhammad (SAW) signed a treaty among the residents of Madina. This treaty is called "Meesaq e Madina". This treaty was giving full rights to the inhabitants to live lives according to their religious beliefs with full freedom. In this way an exemplary society can be existed but all the three tribes (Banu Qanqa, Banu Nazeer and Banu Quraiza) breached the covenant due to which some of them were forced to leave Madina and some of them have to face the punishment that their warriors were killed and women and children were made slaves. In fact, treaties with these tribes were the best source to establish such a state in which people of every religion could be able to survive with their own beliefs by obeying the conditions they signed in the treaty.]

Key words: Treaties of Prophet (S.A.W), Charter of Madina, Objectives, Preaching of Islam.

تمدنِ انسانی کی عمارت عہد و پیمان پر استوار ہے۔ انسانی معاشرے کے تمام اداروں اور تمام تر تعلقات کی بنیاد انہی معاہدات پر قائم ہوتی ہے، خواہ یہ معاہدات عمرانی ہوں یا سیاسی و معاشی۔ عہد و پیمان کی تکمیل کے بغیر کسی بھی معاشرے کا وجود زیادہ دیر تک ممکن نہیں رہتا کیونکہ عہد و پیمان کی عدم تکمیل پر ان اداروں کی بنیادیں بل جاتی ہیں اور انسانوں کے درمیان اعتماد و یقین کی فضا اپنا وجود برقرار نہیں رکھ پاتی۔ یہ تعلقات تجارت کے ہوں یا سیاست کے، حتیٰ کہ ازدواجی تعلقات اور خاندانی روابط کی مضبوطی بھی انہیں عہد و پیمان کی تکمیل پر ہی ممکن ہے ورنہ یہ بھی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو کر اپنا وجود کھو دیتے ہیں۔ دینِ اسلام کی بنیاد بھی عہد و پیمان پر ہی ہے۔ دائرہ اسلام میں داخل ہونے والا ہر شخص درحقیقت اس بات کا عہد کرتا ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کو اپنا رب، رسول اللہ ﷺ کو اپنا امام و پیشوا اور اسلام کو تمام

میثاقِ مدینہ کے تناظر میں یہود سے معاہداتِ نبویؐ اور ان کے دعوتی و سیاسی مقاصد

شعبہ ہائے زندگی کے لئے لائحہ عمل کے طور پر قبول کر لیا ہے۔ اب اس کا یہ عہد ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے تمام احکامات کو مانتے ہوئے اپنی زندگی کو اس کے مطابق گزارے گا، وہ اسلام کی حدود و قیود کو تسلیم کرے گا اور کسی بھی معاملے میں اپنی خواہشات پر اسلامی احکامات کو ترجیح دے گا۔ ایفائے عہد و پیمان کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض جلیل القدر انبیاء کی صفات میں سے ایک صفت، ایفائے عہد کو شمار کیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: **وَإِذْ كُنَّا فِي الْكِتَابِ الْإِسْمَاعِيلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا**¹ اور کتاب میں اسمعیل کا ذکر کرو بلاشبہ وہ وعدے کا سچا تھا اور اللہ کا رسول و نبی تھا۔"

نبی مکرم ﷺ اپنی صداقت اور امانت داری کی بنا پر مکہ میں الصادق اور الامین کے القابات سے پکارے جاتے تھے۔ آپ ﷺ صرف اشیاء کی ہی حفاظت نہیں کرتے تھے بلکہ اپنے قول و فعل کے معاہدات کے بھی محافظ تھے۔ عہد اور معاہدے میں ایک معمولی فرق یہ ہے کہ عہد یک طرفہ بھی ہو سکتا ہے جب کہ معاہدہ ہمیشہ طرفین کے درمیان ہوتا ہے اور طرفین پر اس معاہدے کی حفاظت و پاسداری کی یکساں ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ انسانی معاشرے میں معاہدات کی اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے اسلام نے جس قدر اس کی پاسداری کی تلقین کی ہے اس سے معاہدات کی غرض و غایت سے بخوبی آگاہی ہو جاتی ہے۔ توحید کے نظریے کے تحت تمام انسانوں کے مابین تعلقات کی بہتری، دنیا میں امن کا قیام اور ظلم و ستم کا خاتمہ اور اسلامی تعلیمات کی رہنمائی میں دنیا بھر کے باشندوں کے معاشی، سیاسی اور اجتماعی حقوق کی فراہمی، ان معاہدات کا بنیادی مقصد رہا ہے۔ اسلامی نظام کے تحت قائم ہونے والی حکومت چونکہ عالمگیر ہوتی ہے اس لئے وہ اس حیثیت سے بین الاقوامی تعلقات کو بروئے کار لاتی ہے۔ ہجرتِ مدینہ کے بعد جب مدینہ میں اجتماعی زندگی کا آغاز ہوا اور آپ ﷺ نے چاہا کہ مدینہ کو ایک ایسی سیاسی وحدت بنایا جائے جس میں نہ صرف مسلمانوں کا تحفظ ہو سکے بلکہ عالمگیر امن کے قیام کے لئے مدینہ کے قریب و بعید کے قبائل اور ارباب اختیار سے، جن میں مسلمان (مہاجرین و انصار) اور یہود شامل تھے، چنانچہ ایسے معاہدات کئے گئے جس کے تحت اس معاہدے کے تحت آنے والے ہر شخص کو جان و مال اور دین کا تحفظ حاصل ہو جائے اور اُسے ضمیر کی آزادی کے ساتھ فیصلہ کرنے کا موقع دیا گیا۔ اس طرح سیرت مقدسہ ﷺ کا یہ پہلو جو بین الاقوامی حیثیت رکھتا ہے، نمایاں ہو کر سامنے آیا۔² اسلام نے معاہدات کی پابندی کو اخلاقی و قانونی دونوں پہلوؤں سے ضروری قرار دیا ہے، خواہ یہ معاہدہ شخصی ہو یا اجتماعی، معاشی ہو یا تجارتی، یہ معاہدہ صلح پر مبنی ہو یا امن و امان کے قیام کا، جب معاہدہ طے پا گیا تو اب اس کی پابندی لازم ہو جاتی ہے جب تک کہ فریق مخالف اس کی معاہدہ شکنی نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ایفائے عہد کو اپنی صفت قرار دیتے ہوئے یوں فرماتا ہے: **لَا يَخْلِفُ الْمِيعَادَ**³ بلاشبہ اللہ وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔" اللہ تعالیٰ نے ایفائے عہد کو مومنوں کی صفت بھی قرار دیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: **وَالْمُؤْمِنُونَ بَعْدَهُمْ إِذَا عَاهَدُوا**⁴ اور جب وہ وعدہ کرتے ہیں تو پورا کرتے ہیں۔

یہ قرآنی آیت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ عہد کی تکمیل کا دائمی ہونا ہی اصل نیکی ہے۔ اتفاقاً معاہدے کی تکمیل تو کافر بھی کبھی کر دیا کرتے ہیں مگر ان کا اعتبار نہیں کیا جاسکتا لیکن ایک مومن کی اس صفت کو کامل ایمان رکھنے والے مسلمانوں کی مخصوص صفات میں شمار کیا گیا ہے۔ جس عہد کو اللہ کو حاضر و ناظر جان کر یا اللہ کے نام کی قسم کھا کر بندے آپس میں کرتے ہیں ان عہدوں کی حفاظت کا حکم اللہ تعالیٰ نے یوں دیا ہے: **وَإِذَا عَاهَدُوا بِاللَّهِ إِذَا عَاهَدْتُمْ وَلَا تَنْفُضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللَّهَ عَلَيْكُمْ كَفِيلًا**⁵ اور اللہ کا

نام لے کر جب تم آپس میں ایک دوسرے سے عہد کرتے ہو تو اس کو پورا کرو اور قسموں کو پختہ کر کے توڑا نہ کرو اور اللہ کو تم نے اپنے اوپر ضامن ٹھہرایا ہے۔" جو لوگ عہد کو مضبوط کرنے کے بعد اس کو توڑ دیتے ہیں اس حوالے سے ابن کثیر نے سوت کا تنے والی اور پھر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینے والی آیت کی تفسیر میں یوں لکھا ہے: "اس کے ساتھ ساتھ اللہ نے یہ بھی تاکید کی ہے کہ اپنی قسموں کو مکرو فریب کا ذریعہ نہ بناؤ کہ اپنے بڑوں کو اپنی قسموں سے اطمینان دلاؤ اور اپنی ایمانداری اور نیک نیتی کا سکھ بٹھا کر پھر غداری اور بے ایمانی کر جاؤ۔ ان کی کثرت دیکھ کر جھوٹے وعدے کر کے صلح کر لو اور پھر موقع پا کر لڑائی شروع کر دو، ایسا نہ کرو۔ جب اس حالت میں عہد شکنی حرام کر دی تو اپنی جمعیت اور کثرت کے وقت بطور اولیٰ حرام ہوئی۔" ⁶ حضرت محمد ﷺ جب مدینہ میں تشریف لائے تو آپ ﷺ کو بیک وقت چار قسم کے دشمنوں سے پالا پڑا۔ مدینہ میں بت پرست، مشرکین، یہودی اور قلیل تعداد میں عیسائی بھی تھے۔ اسی طرح بت پرست مشرکین میں سے سب سے خطرناک اور آستین کے سانپ گر وہ، منافقین کا بھی مسلمانوں کو سامنا تھا۔

یہود:

اشوری ⁷ اور رومی ⁸ ظلم و جبر سے بھاگ کر ان لوگوں نے حجاز میں پناہ لے لی تھی۔ اصل میں یہ لوگ عبرانی تھے لیکن جب یہ حجاز میں پناہ گزین ہوئے تو ان کا رہن سہن، زبان اور تہذیب تک بالکل عربی رنگ میں رنگ چکی تھی یہاں تک کہ ان کے قبیلوں اور افراد کے نام بھی عربی بن چکے تھے اور ان کے عربوں سے آپس میں شادی بیاہ تک کے رشتے قائم ہو گئے تھے لیکن اس سب کے باوجود ان میں پائی جانے والی نسلی عصبیت کا خاتمہ نہ ہو سکا۔ یہود نسلی عصبیت کی بنا پر فخر و غرور کے زعم میں مبتلا ہو چکے تھے اور اسی بنا پر یہ دوسری قوموں کو اپنے مقابلے میں بہت حقیر قرار دیتے تھے اور ان کا یہ مرض ان میں اس حد تک سرایت کر چکا تھا کہ دوسروں کے مال کو اپنے لئے ہر حال میں جائز سمجھتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس خصلت بدکا قرآن مجید میں یوں ذکر فرمایا: قَالُوا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْأَقْبَانِ سَبِيلٌ ⁹ "انہوں نے کہا، ہم پر امیوں کے معاملے میں کوئی گرفت نہیں۔" یعنی یہود نے اپنے تئیں یہ سوچ لیا کہ امیوں کے مال کو کھانے میں ان پر کوئی پکڑ نہیں ہے۔ یہود تجارت پیشہ لوگ تھے اس لئے بہت مالدار تھے اور اسی بنا پر سود خوری بھی کرتے تھے۔ مدینہ میں ان کے قبیلے بنو نضیر، بنو قینقاع اور بنو قریظہ بڑے بڑے قلعوں میں قیام پذیر تھے۔

مدینہ میں یہودیوں کے قیام پذیر ہونے کی ایک بڑی وجہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دی ہوئی یہ بشارت تھی: "خداوند تیرا خدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا، اُس کی سننا۔" ¹⁰ یہود اسی بشارت کی بنا پر یہ امید لگائے ہوئے تھے اور اسی امید پر مدینہ میں ٹھہرے ہوئے تھے کہ بنی اسماعیل میں پیدا ہونے والا نبی یہود کے قومی ادبار کو دور کرنے والا، ان کی گزشتہ شان و شوکت اور حکومت و سلطنت کو دوبارہ زندہ کرنے والا ہو گا۔ اور جب سے یہود کو شام سے نکال دیا گیا اور ذلت و غلامی کے گڑھے میں ڈال دیا گیا اس وقت سے نبی موعود کے ظہور پر ان کی آنکھیں اور بھی زیادہ لگی ہوئی تھیں۔ لیکن آپ کی مدینہ تشریف آوری پر انہوں نے آپ ﷺ کی اس بنا پر مخالفت کر دی کہ آپ ﷺ تو حضرت عیسیٰ کو بھی نبی اور راست باز مانتے ہیں اور اس پر بھی ایمان لانا ضروری قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اسلام اور مسلمانوں سے سخت عداوت شروع کر دی لیکن ابتداً وہ اس کا برملا اظہار نہ کر سکے۔ حضرت صفیہ بنت جہش بن اخطب اپنے یہودی والد اور چچا کی گفتگو نقل کرتی ہیں کہ میرے والد اور چچا صبح آپ ﷺ کے پاس

میثاقِ مدینہ کے تناظر میں یہود سے معاہداتِ نبویؐ اور ان کے دعوتی و سیاسی مقاصد

بچنے اور غروبِ آفتاب کے وقت تھکے ماندے گرتے پڑتے شدتِ غم سے نڈھال واپس آتے ہیں اور میری طرف خلافِ معمول التفات نہ کرتے ہوئے باہم ہم کلام ہوتے ہیں۔ میرے چچا پوچھتے ہیں کیا یہ وہی ہے؟ والد نے جواب دیا ہاں! خدا کی قسم۔ چچانے کہا آپ انہیں ٹھیک ٹھیک پہچان رہے ہیں؟ والد نے کہا۔ ہاں! چچانے کہا: تو اب آپ کے دل میں ان کے متعلق کیا ارادے ہیں؟ والد نے کہا، عداوت، خدا کی قسم جب تک زندہ رہوں گا۔¹¹

مندرجہ بالا واقعے سے پتہ چلتا ہے کہ یہودیوں نے آپ ﷺ کی عداوت اور دشمنی کو چھپا رکھا تھا جس کا اظہار انہوں نے اپنے کئی ناپاک عزائم سے متعدد بار کیا بھی اور پیغمبرِ اسلام کی توہین کرنے اور ان کے ساتھیوں کو مختلف انداز میں اذیت پہنچانے کا سلسلہ عمر بھر جاری رکھا۔ مرثان بن قیس نامی یہودی شخص نے اوس و خزرج کی اسلام سے محبت کو ایک پرانی لڑائی کا تذکرہ کر کے عداوت میں بدلنے کی کوشش کی جسے آپ ﷺ کی بروقت مداخلت کے ذریعے فرو کیا گیا۔ اسی طرح عبداللہ بن سلام، ثعلبہ بن سعید، اسید بن سعید اور اسد بن عبدی وغیرہ یہودی مسلمان ہو گئے تو علماء یہود کہنے لگے کہ یہ لوگ ہم میں نالائق اور شریر تھے اگر یہ لائق اور نیک ہوتے تو اپنا دین قدیم ترک نہ کرتے اور محمد ﷺ کے متبع نہ ہوتے۔ یہود کے ساتھ آپ ﷺ نے جو معاہدات کئے ان میں بنیادی طور پر سب سے اہم میثاقِ مدینہ کا معاہدہ ہے۔

میثاقِ مدینہ:

مدینہ منورہ میں اسلام کی آمد سے قبل یہود مدینہ چھائے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے ہجرت کے بعد اپنی فہم و فراست سے کام لیتے ہوئے یہ سوچا کہ مدینہ میں جو اسلام کے علاوہ خارجی طاقتیں موجود ہیں، ان سے معاہدہ کر لیا جائے تاکہ اس علاقے میں امن و امان کا قیام ممکن بنایا جائے اور اس علاقے کو بیرونی طاقتوں کے حملے سے محفوظ رکھا جاسکے۔ مدینہ میں مسلمانوں کے علاوہ دوسرا بڑا گروہ یہود کا تھا اور یہ تین بڑے قبائل بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ پر مبنی تھے۔ انصار میں دو بڑے قبائل اوس و خزرج پر مشتمل تھے۔

حضور ﷺ پیغمبرِ انہ فراست سے کام لے کر یہ طے کیا کہ مدینہ میں جو خارجی طاقتیں ہیں، ان سے معاہدہ کر لیا جائے چنانچہ آپ نے یہود و انصار کو ایک صلح کا فرانس میں جمع کر کے ان کے باہمی روابط کو منظم کر دیا جس سے اسلامی سوسائٹی کے مقاصد کی تکمیل میں زبردست امداد ملی۔¹² میثاقِ مدینہ کو ایک نئی ریاست کی بنیاد رکھنے اور اس کی عملی تشکیل میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ مدینہ میں بسنے والے مختلف گروہوں کے باہمی تعلقات اور ان کے حقوق و فرائض کو متعین کر کے ایک سیاسی وحدت کی تنظیم میں میثاقِ مدینہ نے بنیادی کردار ادا کیا۔ ڈاکٹر حمید اللہ اس معاہدے کی اہمیت کے بارے میں لکھتے ہیں: "شہرِ مدینہ کی آبادی کے مختلف عناصر کے نمائندوں کو بلایا اور ان کے سامنے حکومت قائم کرنے کی تجویز پیش کی گئی، اس تجویز کو اکثریت نے قبول کیا۔ گویا اس مملکت کا دستور مرتب کر کے سب کے سامنے پیش کیا گیا اور سب کے مشورے سے اسے لکھا گیا۔ اس تاریخی دستاویز کی خاص قابلِ ذکر اہمیت یہ ہے کہ دنیا کا پہلا تحریری دستور "امی شخص" کے ہاتھوں وجود میں آیا۔"¹³ میثاقِ مدینہ میں 52 دفعات ہیں۔ پہلی 23 دفعات انصار و مہاجرین کے مختلف قواعد پر مشتمل ہیں اور بقیہ حصہ یہودی قبائل کے حقوق و فرائض سے بحث کرتا ہے۔ ان دونوں میں ایک جملہ دہرایا گیا ہے کہ آخری عدالتِ مرافعہ، رسول اکرم ﷺ کی ذات ہوگی۔

مدینہ منورہ میں ریاست کا قیام ایک باقاعدہ آئین کے ذریعے کیا گیا جو کہ میثاقِ مدینہ کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ اگرچہ اس معاہدے کی حیثیت ایک آئینی حکم نامے کی سی ہے لیکن چونکہ آئین ایک طرح کا عہد نامہ ہوتا ہے جو ایک طرف حکومت اور دوسری طرف افراد کے حقوق و فرائض کی حدود متعین کرتا ہے۔ اس معاہدے کی آئینی حیثیت کے بارے میں محمد حسین ہیکل تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "یہ تحریری معاہدہ جس کی زو سے حضرت محمد ﷺ نے آج سے تیرہ سو سال قبل ایک ایسا ضابطہ، معاشرۂ انسانی میں قائم کیا جس سے شرکائے معاہدہ میں ہر گروہ اور ہر فرد کو اپنے اپنے عقیدے کی آزادی کا حق حاصل ہوا، انسانی زندگی کی حرمت قائم ہوئی، اموال کے تحفظ کی ضمانت مل گئی، ارتکابِ جرم پر گرفت اور مواخذہ نے دباؤ ڈالا اور معاہدین کی یہ بستی (شہر مدینہ) اس میں رہنے والوں کے لئے امن کا گہوارہ بن گئی۔"¹⁴ اس نوزائیدہ مملکت کی اساس چونکہ عین اسلامی اصولوں پر اُسٹوار تھی لہذا یہ امن و سلامتی کا مرکز تھی اور اس میں غیر مسلموں کے لئے بھی اُسی طرح کی کشش موجود تھی جس طرح مسلمانوں کے لئے تھی۔ اس معاہدے کے پیش نظر جس سیاسی بصیرت اور مدبرانہ قیادت کا ثبوت پیش کیا گیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اس میثاق کے ذریعے جو سیاسی اثرات مرتب ہوئے اور مدینہ کی ریاست کو ایک سیاسی وحدت کی شکل دینے میں جو کامیابیاں حاصل ہوئیں ان کے متعلق مغربی دانشور جے۔ آر بری (A.J.Arberry) یوں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں:

"When he (Muhammad P.B.U.H) died in 634, Islam was secure as the paramount religion and political system of all Arabia. The believing Arabs were firmly welded together into an Umma (theocratic community 'obedient to Allah and His Prophet' to be joined in a bewilderingly short time by countless multitudes of non-Arabs accepting or capitulating to the Call"¹⁵

میثاقِ مدینہ اور اس کی دفعات پر غور کیا جائے تو یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ امن و امان کے قیام، آزادی و حریت اور مساوات و انصاف کی ہر خوبی اس معاہدے میں موجود ہے۔ یہ معاہدہ ان لوگوں کے ساتھ کیا گیا جو ظلم و زیادتی اور گناہ کی روش اختیار کئے ہوئے تھے۔ جھوٹ کے عادی، سود خوری، سرمایہ داری، غریبوں کا مال ناحق کھانے والے تھے۔ میثاقِ مدینہ کے اس معاہدے کے بعد بھی اس قوم کو مزید رعایتیں ملیں لیکن اس یہود قوم نے ہمیشہ ہی ہر رعایت کو نظر انداز کرتے ہوئے اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ اس زمانے میں مسلمان مکہ مکرمہ سے بے وطن ہو چکے تھے۔ مدینہ میں ان کی صورتِ حال بڑی نازک تھی۔ بیرونی دشمنوں سے مدینہ کی نوزائیدہ ریاست کو ہر وقت خطرہ درپیش رہتا تھا۔ اسلامی نظام کو ہر وقت خطرے کا سامنا رہتا تھا۔ اس نازک صورتِ حال میں ضرورت اس امر کی تھی کہ یہود جو براہِ راست مسلمانوں کے ساتھ میثاقِ مدینہ کے تحت ایک معاہدے میں شریک تھے اور مدینہ کے دفاع میں برابر کے شراکت دار تھے، تو انہیں اس کے تحفظ کی کوشش کرنی چاہیے تھی جیسا کہ میثاقِ مدینہ کی ایک شق یہ تھی: وَإِنَّ بَيْنَهُمُ النَّصْرَ عَلَى مَنْ حَارَبَ أَهْلَ هَذِهِ الصَّحِيفَةِ، وَإِنَّ بَيْنَهُمُ النَّصْحَ وَالنَّصِيحَةَ، وَالْبِرَّ دُونَ الْإِثْمِ، وَإِنَّهُ لَمْ يَأْتُمْكُمْ أَمْرٌ بِخِلَافِهِ، وَإِنَّ النَّصْرَ لِلْمَظْلُومِ¹⁶ اور جو کوئی اس دستور والوں سے جنگ کرے تو ان (یہودیوں اور مسلمانوں) میں باہم امداد عمل میں آئے گی اور ان میں باہم حسن مشورہ اور وفا شعار ہوگی نہ کہ عہد شکنی۔" اس کے برعکس یہود نے ہر وہ عملی اقدام کیا جس کے ذریعے سے وہ مسلمانوں کو نقصان پہنچا سکیں۔ انہوں نے حملہ آوروں کو درپردہ مدد دی، مسلمانوں کی جاسوسی کی، آپ ﷺ کو (نعوذ باللہ) قتل کرنے کی سازش کی،

مِثاقِ مدینہ کے تناظر میں یہود سے معاہداتِ نبویؐ اور ان کے دعوتی و سیاسی مقاصد

کفار مکہ اور منافقین مدینہ سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ساز باز کی۔ یہود کی سازش جب منظر عام پر آئی اور انہوں نے اس کا برملا اعتراف بھی کر لیا لیکن اس کے باوجود پوری قوم کو سزا دینے کی بجائے صرف متعلقہ فرد کو ہی سزا دی گئی۔ یہود کی طرف سے ہونے والے وہ جرائم جن کو دنیا میں سزائے موت کے علاوہ کوئی سزا نہیں دی جاتی، آپ ﷺ نے ان پر بھی ان کو صرف علاقے خالی کر کے جلاوطن کر دیا تاکہ یہ علاقہ ان کی سازشوں اور تخریب کاری سے پاک ہو جائے اور مسلمانوں کو ان کی طرف سے مزید کسی سازش کا شکار نہ ہونا پڑے۔

یہود سے معاہدات کے سیاسی مقاصد:

آپ ﷺ کے معاہدات کا بنیادی مقصد حکومت کے دائرہ کار کو وسیع کرنا اور اس معاملے میں غیر معمولی حد تک توجہ دینا ظاہر کرتا ہے کہ آپ ﷺ جنگ و جدل سے انتہائی ممکن حد تک بچنا چاہتے تھے اور امن و آشتی کی فضا چاروں طرف قائم کرنا چاہتے تھے تاکہ ایسی پرسکون فضا میں دعوتِ حق کا کام بخوبی ہو سکے۔ جہاں جنگی کارروائیاں ریاست اور اسلام کی بقا کے لئے ناگزیر تھیں وہاں آپ ﷺ نے کسی قسم کی ہچکچاہٹ سے کام نہیں لیا لیکن جہاں ممکن تھا کہ جنگ کے بغیر امن کی فضا قائم ہو سکتی تھی، وہاں آپ ﷺ نے لازماً صلح و آشتی کا راستہ اختیار کیا یہی آپ ﷺ نے ریاستِ مدینہ کے قیام کے لئے مِثاقِ مدینہ کے ذریعے کیا۔ ریاست کے تحفظ اور اس کے اثرات کی وسعت کے لئے آپ ﷺ نے حلیفانہ روابط کو اتنے بڑے پیمانے پر ذریعہ بنایا کہ جنگی کارروائیاں اس کے مقابلے میں بالکل ہلکا تناسب رکھتی تھیں۔ معاہدات کو استوار کرنا اور حلیفانہ تعلقات قائم کرنے کے لئے بہت سے امور کو مد نظر رکھنا پڑتا ہے خصوصاً جب فریق مخالف مذہبی اختلاف رکھتا ہو اور اس میں مذہبی تعصب کے ساتھ ساتھ سیاسی تعصب بھی پایا جاتا ہو اور پھر وہ سابق تعلقات نہ رکھنے کی بنا پر آپ سے بالکل اجنبی ہوں۔ مقابل فریق کے حالات و رجحانات کو دیکھنا، طاقت و اختیار کو پہچاننا، اور شرائط کو اس پیمانے تک پہچاننا جہاں کسی مقابل فریق کو لایا جاسکتا ہو، اس کے لئے بہت سے لوازمات کو پورا کرنا پڑتا ہے۔ آپ ﷺ نے اس کے لئے جس سیاسی بصیرت اور قائدانہ مہارت کا ثبوت دیا، تاریخ ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ آپ ﷺ نے معاہدات کرتے ہوئے مندرجہ ذیل سیاسی مقاصد مد نظر رکھے۔

حاکمیتِ اعلیٰ، اللہ کی ذات

نبی اکرم ﷺ نے جتنے بھی معاہدات کئے ان کا بنیادی مقصد حاکمیتِ اعلیٰ کا اختیار اللہ تعالیٰ کو سونپنا تھا۔ آپ ﷺ کا ہر معاہدے کا آغاز بسم اللہ الرحمن الرحیم سے کرنا بھی اس بات کی دلالت کرتا ہے کہ آپ ﷺ اللہ کو اس معاہدے کا گواہ بنا رہے ہیں۔ مِثاقِ مدینہ کا معاہدہ جو کہ اسلامی تاریخ میں ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے حالانکہ اس ریاست میں نسلی و مذہبی لحاظ سے مختلف قومیں آباد تھیں جنہوں نے آئینی طور پر اس دستور میں تسلیم کیا کہ ریاستی معاملات اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کے تحت چلائے جائیں گے۔

نبی مکرم بطور سربراہ ریاست

تمام معاہدات میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو تسلیم کرنے کے بعد دوسرا بڑا اصول یہ طے کیا گیا کہ تمام ریاستی اختیارات کا مرکز و محور حضور اکرم ﷺ کو قرار دیا گیا۔ تمام شعبہ ہائے ریاست کے امور کو انجام دینے کے لئے آپ ﷺ کے احکامات اور رہنمائی کی پابندی کو لازم ٹھہرایا گیا۔ جیسا کہ مِثاقِ مدینہ کی شق کے تحت طے پایا۔ وَإِنَّهُ مَا كَانَ بَيْنَ أَهْلِ هَذِهِ الصَّحِيفَةِ مِنْ حَدَثٍ أَوْ اشْتِجَارٍ

يُخَافُ فَسَادَهُ، فَإِنَّ مَرَدَّهُ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَإِلَى مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ أُنْفَىٰ مَا فِي هَذِهِ الصَّحِيفَةِ وَأَتَرِهِ¹⁷۔" اور یہ کہ اس دستور والوں میں جو کوئی قتل یا جھگڑا رونما ہو جس سے فساد کا ڈر ہو تو اسے خدا کے رسول محمد ﷺ سے رجوع کیا جائے گا اور خدا اُس شخص کے ساتھ ہے جو اس دستور کے مندرجات کی زیادہ سے زیادہ احتیاط اور زیادہ سے زیادہ وفا شعاری کے ساتھ تعمیل کرے۔"

اسلامی ریاست کا قیام

نبی مکرم ﷺ جب تک مکہ مکرمہ میں رہے تو وہاں پر آپ ﷺ کو مظلومانہ زندگی گزارنا پڑی۔ آپ ﷺ اور آپ کے اصحاب کو ستایا جاتا تھا۔ ہجرت کے بعد آپ ﷺ کو ایک ایسا خطہ زمین میسر آگیا جہاں آپ ﷺ باقاعدہ ایک ریاست تشکیل دے سکتے تھے چنانچہ آپ ﷺ نے اسی مقصد کے تحت ایک ریاست تشکیل دی اور پھر ریاست کے نظم و نسق کو چلانے کے لئے باقاعدہ طور پر ایک دستور تیار کیا گیا اور جس پر عمل درآمد کے لئے اس ریاست کے تمام باشندوں کو پابند کیا گیا۔

دفاعِ ریاست

دنیا کی ہر ریاست اپنے وجود کو برقرار رکھنے اور اسے بیرونی خطرات سے بچانے کے لئے اقدامات کرتی ہے۔ اس مقصد کے لئے وہ بیرونی طاقتوں سے تعلق جوڑتی ہے اور بعض اوقات وہ اپنے ہمسایہ ممالک اور طاقتوں سے معاہدات کے ذریعے تعلقات استوار کرتی ہے تاکہ اگر کبھی ریاست کے تحفظ میں وہ خود ناکافی ہو جائیں تو حلیف طاقتیں عین اس موقع پر اسے کمک پہنچا کر اس کے دفاع کو ممکن بنائیں۔ اسی غرض سے آپ ﷺ نے مدینہ میں قیام پذیر یہود سے معاہدہ یشاق کے ذریعے مدینہ کے تحفظ کو یقینی بنانے کے لئے معاہدہ کیا۔ اس معاہدے کے ذریعے ایک طرف تو حلیف کی دفاعِ مدینہ میں حمایت حاصل ہوئی بلکہ اخراجات میں بھی ان کا ساتھ حاصل ہوا۔ جیسا کہ یشاق مدینہ کی شق 41 ظاہر کرتی ہے: وَإِنَّ بَيْنَهُمُ النَّصْرَ عَلَىٰ مَنْ حَارَبَ أَهْلَ هَذِهِ الصَّحِيفَةِ، وَإِنَّ بَيْنَهُمُ النَّصْحَ وَالنَّصِيحَةَ، وَالْبِرَّ ذُونَ الْإِثْمِ، وَإِنَّهُ لَمْ يَأْتُمْ أَمْرُهُ بِحَلِيفِهِ، وَإِنَّ النَّصْرَ لِلْمَظْلُومِ۔" اور جو کوئی اس دستور والوں سے جنگ کرے تو ان (یہودیوں اور مسلمانوں) میں باہم امداد عمل میں آئے گی اور ان میں باہم حسن مشورہ اور وفا شعاری ہوگی نہ کہ عہد شکنی۔"

حقوق کی ادائیگی اور ظلم سے گریز

آپ ﷺ کی زندگی کا مطالعہ کرنے پر یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی پوری زندگی میں ہمیشہ حق کا ساتھ دیا اور ظلم سے ناصرف خود گریز کیا بلکہ دوسروں کو بھی اس بات کا پابند بنایا کہ کوئی کسی پر ظلم نہ کرنے پائے۔ مدینہ میں بھی جب آپ ﷺ نے مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان یشاق کو طے کیا تو اس میں بھی اس بات کا خیال رکھا گیا کہ کوئی فریق کسی دوسرے پر ظلم نہیں کرے گا اور نہ ہی ظلم میں کسی کا حمایتی بنے گا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی مسلمانوں کو مدینہ میں جہاد کی اجازت اسی لئے دی تھی تاکہ ظلم و ستم کو روکا جائے، دین کی آزادی کو برقرار رکھا جاسکے اور دین اسلام کی نشر و اشاعت کی حفاظت کی جاسکے۔ جہاد کے دوران بھی ظلم و زیادتی سے منع کیا گیا ہے اور جہاد کے لئے اصول متعین کئے گئے اور ان کی پابندی کو لازم قرار دیا گیا۔ جیسا کہ یشاق مدینہ کی یہ شق واضح کرتی ہے: وَإِنَّهُ لَا يُنْحَجِرُ عَلَى ثَأْرٍ جُرْحٍ، وَإِنَّهُ مَنْ فَتَكَ فَبِنَفْسِهِ فَتَكَ، وَأَهْلُ بَيْتِهِ، إِلَّا مَنْ ظَلَمَ، وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ أَبْرَ هَذَا¹⁸۔" اور کسی مار، زخم کا بدلہ لینے میں

میثاقِ مدینہ کے تناظر میں یہود سے معاہداتِ نبویؐ اور ان کے دعوتی و سیاسی مقاصد

کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی جائے گی اور جو خون ریزی کرے تو اس کی ذات اور اس کا گھرانہ ذمہ دار ہو گا ورنہ ظلم ہو گا اور خدا اُس کے ساتھ ہے جو اس (دستور العمل) کی زیادہ سے زیادہ وفا شعارانہ تعمیل کرے۔"

یہود سے معاہدات کے دعوتی مقاصد

یہود سے آپؐ نے جو معاہدات کئے اس کے مختلف دعوتی مقاصد تھے جن میں سے چند کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

دعوتِ حق کے مواقع

آپ ﷺ کی بعثت کا بنیادی مقصد جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو نبی آخر الزماں بنا کر بھیجا وہ دین اسلام کی دعوت دینا تھا۔ اسی مقصد کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے آپؐ نے ہر وہ قدم اٹھایا جو دعوت و تبلیغ اسلام کے لئے مؤثر ہو سکتا تھا۔ آپ ﷺ نے مدینہ آنے کے بعد یہود کو بھی اسلام کی دعوت دی تاکہ یہود، اسلام کی دعوت سے متاثر ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہو جائیں لیکن جب انہوں نے اس دعوت کو رد کر دیا تو آپ ﷺ نے ان سے میثاق کر لیا۔ اس کے پیچھے بھی بنیادی مقصد یہی تھا کہ وہ مسلمانوں کے معاملات دیکھیں اور اس کی حقانیت سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیں۔ ایک اور مقصد یہ بھی تھا کہ جب یہود کے ساتھ مدینہ کے داخلی اور خارجی دفاع کے لئے معاہدہ ہو جائے گا تو آپ ﷺ کے پاس زیادہ بہتر مواقع ہوں گے کہ آپؐ مدینہ کے قرب و جوار اور پورے عرب میں اسلام کی تبلیغ کر سکیں گے۔

اشاعتِ اسلام میں تیزی

آپ ﷺ نے جب مدینہ میں یہود سے میثاقِ مدینہ کیا تو اس میں ایک شق یہ طے پائی: **يَهُودَ بَنِي عَوْفٍ أُمَّةٌ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ، لِلْيَهُودِ دِينُهُمْ، وَلِلْمُسْلِمِينَ دِينُهُمْ، مَوَالِيَهُمْ وَأَنْفُسُهُمْ، إِلَّا مَنْ ظَلَمَ وَاتَّعَمَّ، فَإِنَّهُ لَا يُتَعَبُ إِلَّا نَفْسُهُ، وَأَهْلُ بَيْتِهِ** ¹⁹ اور بنی عوف کے یہودی، مومنین کے ساتھ ایک سیاسی وحدت (یا امت) تسلیم کئے جاتے ہیں۔ یہودیوں کو ان کا دین اور مسلمانوں کو ان کا دین، موالی ہوں کہ اصل۔ ہاں جو ظلم یا عہد شکنی کا ارتکاب کرے تو اُس کی ذات یا گھرانے کے سوا کوئی مصیبت میں نہیں پڑے گا۔" گویا یہود کے ساتھ اس معاہدے کی رُو سے مسلمانوں کو مدینہ میں اپنے دین پر عمل پیرا ہونے میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی جب کہ اس کے برعکس مسلمان جب تک مکہ مکرمہ میں رہے، انہیں کسی قسم کی آزادی حاصل نہ تھی کہ وہ اپنے دین کے مطابق زندگی گزار سکیں اور دین اسلام کی تبلیغ کر سکیں۔ چنانچہ اس میثاق کے تحت مسلمانوں کو اسلام کی تبلیغ کی آزادانہ اجازت تھی جس کے نتیجے میں اسلام کی اشاعت میں تیزی آئی اور لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوتے چلے گئے۔ اس میثاق کے تحت طے پایا تھا کہ قریش مکہ یا اس کے مددگاروں کو پناہ نہیں دی جائے گی لہذا (مشرکین مکہ) جو سب سے بڑے مخالف اسلام تھے، اس میثاق کے ذریعے ان کا راستہ روک دیا گیا۔ اسلام کی اشاعت میں کسی طرح کے جبر سے کام نہیں لیا گیا بلکہ اس بات کی اجازت دی گئی کہ جو چاہے، مان لے اور جس کا جی چاہے، انکار کر دے۔ ²⁰

اطاعتِ رسولؐ

اسلام میں حاکمیتِ اعلیٰ کی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے، اس کے بعد شریعت کا دوسرا بڑا ماخذ آپ ﷺ کی ذات ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ آپ ﷺ کی اطاعت کی جائے۔ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے تو وہ تو آپ ﷺ کی اطاعت کو لازم قرار دیتے ہیں لیکن

ضرورت اس امر کی تھی کہ جس ریاست کی بنیاد مدینہ میں رکھی گئی اُس کے تمام باشندے آپ ﷺ کو سپریم لیڈر اور حتمی ثالث کے طور پر قبول کریں۔ آپ ﷺ اپنی اس کاوش میں بھی سرخرو ہوئے چنانچہ میثاق مدینہ کے ذریعے مسلمانوں کے لئے تو آپ ﷺ واجب الاطاعت تھے ہی اس کے ساتھ ساتھ آپ نے یہود سے بھی یہ بات بھی منوائی کہ اگر کوئی جھگڑا ہو جائے گا تو اس معاملے کو آپ کی طرف لوٹایا جائے گا اور آپ ﷺ جو فیصلہ دیں گے اس کو وہ مانیں گے: **وَإِنَّهُ مَا كَانَ بَيْنَ أَهْلِ هَذِهِ الصَّحِيفَةِ مِنْ حَدَثٍ أَوْ اشْتِجَارٍ يُخَافُ فَسَادَهُ، فَإِنَّ مَرَدَّهُ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَإِلَى مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ**²¹۔ اور یہ کہ اس دستور والوں میں جو کوئی قتل یا جھگڑا رونما ہو جس سے فساد کا ڈر ہو تو اُسے خدا کے رسول محمد ﷺ سے (جن پر خدا کی توجہ اور سلامتی ہو) رجوع کیا جائے گا۔ یہود کا اس شق کا ماننا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ انہیں بحیثیت سربراہ ریاست اور بحیثیت ثالث آپ ﷺ پر کامل یقین تھا اور یہ بھی کہ آپ ﷺ کبھی بھی انصاف کا دامن نہیں چھوڑیں گے اور ہمیشہ حق کے مطابق فیصلہ دیں گے۔

عالمی سطح پر اسلام کی دعوت

آپ ﷺ نے مدینہ میں یہود کے ساتھ جو معاہدہ کیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اندرونی طور پر مدینہ کو درپیش خطرات کا خاتمہ ہو گیا اور آپ ﷺ کو عالمی سطح پر اسلام کی دعوت کو عام کرنے کا موقع میسر آیا۔ اگرچہ یہود نے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جب عہد شکنی کی تو اس کے نتیجے میں ان کو مدینہ بدری یا جنگجوؤں کے قتل کی صورت میں خمیازہ بھگتنا پڑا۔ لیکن ابتدائی طور پر جب یہ معاہدہ ہوا تھا تو فوری طور پر مسلمانوں کو اطمینان میسر آیا کیونکہ کفار مکہ اس کوشش میں تھے کہ وہ مدینہ پر حملہ آور ہو کر مسلمانوں کا خاتمہ کر دیں اس سلسلے میں باقاعدہ انہوں نے رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی کو لکھ بھی بھیجا تھا کہ وہ ان مہاجرین کو اپنے ہاں جگہ نہ دیں۔ لیکن چونکہ یہود کے ساتھ طے تھا کہ اگر مدینہ پر کوئی حملہ آور ہو گا تو دونوں فریق (مسلم اور یہود) مل کر دفاع کریں گے لہذا اس معاہدے کی بدولت مسلمانوں نے داخلی طور پر دفاع مدینہ کو محفوظ بنادیا تھا۔ جیسا کہ میثاق کی رو سے طے تھا۔ **وَإِنَّ بَيْنَهُمُ النَّصْرَ عَلَى مَنْ حَارَبَ أَهْلَ هَذِهِ الصَّحِيفَةِ، وَإِنَّ بَيْنَهُمُ النَّصْحَ وَالصَّبْحَةَ، وَالْبِرَّ ذُونَ الْإِثْمِ، وَإِنَّهُ لَمْ يَأْتُمْ أَمْرُهُمْ بِخِلَافِهِ، وَإِنَّ النَّصْرَ لِلْمَظْلُومِ**²²۔ اور جو کوئی اس دستور والوں سے جنگ کرے تو ان (یہودیوں اور مسلمانوں) میں باہم امداد عمل میں آئے گی اور ان میں باہم حسن مشورہ اور وفا شعار ہوگی نہ کہ عہد شکنی۔"

مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ

اگرچہ یہود کے ساتھ معاہدات کے نتیجے میں یہود کی طرف سے بہت کم لوگ اسلام میں داخل ہوئے لیکن اس معاہدے کے نتیجے میں مسلمانوں کو داخلی اور خارجی طور پر امن و سکون میسر آیا۔ اور انہیں آزادانہ اسلام پر عمل پیرا ہونے کا موقع ملا تو اس کے نتیجے میں انہیں خود بھی عبادات کا دافر موقع ملا اور ساتھ ہی ساتھ دیگر لوگوں کو اسلام کی طرف راغب کرنے کا موقع میسر آیا۔ لوگوں نے اسلام اور مسلمانوں کا طرز عمل دیکھا اور وہ اس سے متاثر ہوئے اور دائرہ اسلام میں داخل ہوئے جس سے مسلمانوں کی تعداد میں بہت اضافہ ہوا۔



This work is licensed under a [Creative Commons Attribution 4.0 International License](https://creativecommons.org/licenses/by/4.0/)

- ¹ - سورۃ مریم، 19:54۔
- Sūrah maryam 19:54.
- ² - ابن سید الناس محمد بن محمد، عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسير (بیروت: داراللم، 1993)، 1:197۔
- Ibn sayadanas Muḥammad bin Muḥammad, ‘uyūn al athar (Baīrūt: Dār Al-Qalam, 1993), 1:197.
- ³ - سورۃ آل عمران، 3:9۔
- Sūrah Āl-‘imrān, 3:9.
- ⁴ - سورۃ البقرۃ، 2:177۔
- Sūrah Al-Baqarah, 2:177
- ⁵ - سورۃ النحل، 16:91۔
- Sūrah Al-Naḥal, 16:91.
- ⁶ - اسماعیل بن عمر ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر (لاہور: مکتبہ اسلامیہ، 2009)، 3:170۔
- Ismā‘il Bin ‘umar Ibn e Kathīr, Tafsīr Ibn e Kathīr (Lahore: Maktaba Islāmiya, 2009), 3:170.
- ⁷ - شوریہ (Assyria) تقریباً دو ہزار سال قبل مسیح، شمالی عراق میں دریائے دجلہ و فرات کے درمیان فروغ پانے والی ایک قدیم تہذیب و سلطنت جو اپنے دور عروج میں مصر، شام، لبنان، آرمینیا، یلم (جنوب مغربی ایران) اور بابل تک پھیلی ہوئی تھی۔ ابتدا میں اس کا دارالسلطنت شہر اشور تھا۔ اسی کے نام پر اسی سلطنت کا نام اشوریہ پڑا۔
- Assyria is an ancient civilization and empire that flourished between the Tigris and Euphrates rivers in northern Iraq about 2,000 BC, during its heyday extending to Egypt, Syria, Lebanon, Armenia, Elm (southwestern Iran) and Babylon. Was spread out. Initially, its capital was ashor. The kingdom was named after him, Assyria.
- ⁸ - زمانہ قدیم کی ایک سلطنت، جس کا دار الحکومت روم تھا۔ اس سلطنت کا پہلا بادشاہ آگستس سیزر تھا جو 27 قبل مسیح میں تخت پر بیٹھا۔ اس سے قبل روم ایک جمہوریہ تھا جو جولیس سیزر اور پومپے کی خانہ جنگی اور گائس مارکیس اور سولا کے تنازعات کے باعث کمزور پڑ گئی تھی۔ مغربی رومی سلطنت 500 سال تک قائم رہی جبکہ مشرقی یعنی بازنطینی سلطنت جس میں یونان اور ترکی شامل تھے، ایک ہزار سال تک موجود رہی۔ مشرقی سلطنت کا دار الحکومت قسطنطنیہ تھا۔ مغربی رومی سلطنت 4 ستمبر 476ء کو جرمنوں کے ہاتھوں تباہ ہو گئی جب کہ بازنطینی سلطنت 29 مئی 1453ء میں عثمانیوں کے ہاتھوں فتح قسطنطنیہ کے ساتھ ختم کر دی۔
- An ancient empire with Rome as its capital. The first king of this kingdom was Augustus Caesar, who ascended the throne in 27 BC. Earlier, Rome was a republic weakened by the civil war of Julius Caesar and Pompeii and the conflicts of Gaius Marius and Sola. The Western Roman Empire lasted for 500 years, while the Eastern, Byzantine Empire, which included Greece and Turkey, lasted for a thousand years. The capital of the Eastern Empire was Constantinople. The Western Roman Empire was destroyed by the Germans on September 4, 476, while the Byzantine Empire ended with the conquest of Constantinople by the Ottomans on May 29, 1453.
- ⁹ - سورۃ آل عمران، 3:75۔
- Sūrah Āl-‘imrān 3:75.
- ¹⁰ - کتاب مقدس، کتاب استثناء، باب:18، آیت:15۔
- Kitāb Muqaddas, Kitāb Istathnā’, Bāb:18, Āyat:15.
- ¹¹ - عبدالملک بن ہشام، سیرت ابن ہشام (مصر: شرکتہ مکتبہ مطبعہ مصطفیٰ، س۔ن)، 2:138۔
- ‘abdul Malik Bin Hashām (Egypt: Shirka Maktabah Wa Maṭba‘a Muṣṭafā, n.d.), 2:138.
- ¹² - حامد انصاری غازی، اسلام کا نظام حکومت (دہلی: ندوۃ المصنفین، 1956)، 361۔
- Hāmid Anṣārī Ghāzī, Islām kā nizām e Ḥakūmat (Dehli: Nadwa Al-Muṣanifīn, 1956), 361.
- ¹³ - محمد حمید اللہ، خطبات بہاولپور (اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی، 1992)، 192۔
- Muḥammad Ḥamīdullāh, Khuṭbāt Bahāwalpur (Islāmābād: Idāra Tehqīqāt e Islāmī, 1992), 192.
- ¹⁴ - محمد حسین ہیکل، مترجم ابو یحییٰ امام خان، حیات محمدؐ (لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، 1997)، ص 253۔
- Muḥammad Ḥusāin Ḥāikal, mutarjam: Abū Yahyā Imām khān, Hayāt e Muḥammad, (Lahore: Idāra Thaqāfat e Islāmīya, 1997), 253.

¹⁵. A.J. Arberry, Aspects of Islamic Civilization, The University of Michigan Press, USA, 1964, p11.

¹⁶۔ محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، الوثنائق السیاسیہ لعمد النبوی والخلافۃ والراشدۃ، بیثاق مدینہ، شق 41، صفحہ 62

Muhammad Ḥamīdullāh, Al-Wathā'iq Al Siyāsiya, (Baīrūt: Dār Al-Nafā'is, 1985) Mithāq e Madīna, shiq:41, s:62.

¹⁷۔ الوثنائق السیاسیہ بیثاق مدینہ، شق 46، صفحہ 62

Al-Wathā'iq Al Siyāsiya, shiq:46, s:62.

¹⁸۔ الوثنائق السیاسیہ، بیثاق مدینہ، شق 36، صفحہ 61

Al-Wathā'iq Al Siyāsiya, shiq:36, s:61.

¹⁹۔ الوثنائق السیاسیہ، بیثاق مدینہ، شق 27، صفحہ 61

Al-Wathā'iq Al Siyāsiya, shiq:27, s:61.

²⁰۔ محمد یونس، ڈاکٹر، رسول اللہ ﷺ کا سفارتی نظام، (لاہور: علوم شریعہ پرنٹرز، 1996)، ص 265۔

Muhammad Yūnas, Rasūlullāh kā Safārtī Nizām (Lahore: 'ulūm Shar'īya parintarz, 1996), 265.

²¹۔ الوثنائق السیاسیہ، بیثاق مدینہ، شق 46، ص 62۔

Al-Wathā'iq Al Siyāsiya, shiq:46, s:62.

²²۔ الوثنائق السیاسیہ، بیثاق مدینہ، شق 41، ص 62۔

Al-Wathā'iq Al Siyāsiya, shiq:41, s:62.